دل کی بات　　　　مدیر

پانچ سالہ دورِ حکومت، انتخابات اور مستقبل؟

پیپلز پارٹی اوراس کی شریکِ اقتدار پارٹیوں کی مخلوط حکومت اپنی پانچ سالہ آئینی مدت پوری کر کے رخصت ہو چکی۔حزبِ اقتداراورحزبِ اختلاف میں عدم اتفاق کے نتیجے میں الیکشن کمیشن کے مقرر کردہ میر ہزار خان کھوسو بطور نگران وزیرِ اعظم حلف اٹھا چکے ہیں۔ چاروں صوبوں میں نگران وزرائے علیٰ مقرر ہو چکے ہیں، انتخابی امیدواروں نے کاغذات نامزدگی جمع کرانے شروع کر دیے ہیں۔

پیپلز پارٹی نے ایک صدراوردووزرائے اعظم کے ساتھ پانچ سال حکومت کی۔سب گھر جا چکے لیکن صدرِ مملکت، جیسے تھے، ویسے ہی ہیں۔راجہ اور گیلانی دونوں پر ملکی خزانہ لوٹنے کے الزامات ہیں اور مختلف مقدمات عدالت میں زیرِ سماعت ہیں۔علی موسیٰ گیلانی، مخدوم شہاب اور دیگر کئی قومی خُدّام، وزرائے کرام ایسے ہی مقدمات میں ملوث ہیں اور پھر سے ''قومی خدمت'' کے عزم کے ساتھ آئندہ انتخابات میں امیدوار ہیں۔جذبۂ حب الوطنی سے سرشار قومی لٹیرے، نادہندگان اور جعلی ڈگریوں والے ملک وقوم کے وسیع تر مفاد میں مختلف پارٹیوں میں آ جا رہے ہیں۔انہیں اس عمل پر کوئی شرمساری اوراحساسِ ندامت تک نہیں۔پارٹیاں تبدیل کرنا، وفاداریاں بدلنا اور عہد شکنی کرنا اب قومی سیاسی کلچر بن گیا ہے۔

چیف جسٹس افتخار محمد چودھری کا کہنا ہے کہ ''الیکشن کمیشن ایک آزاد اور خودمختار ادارہ ہے اس کی ذمہ داری ہے کہ آئین کی دفعہ 62,63 کے مطابق امیدواروں کی چھان پھٹک کرے''۔ ہمارے خیال میں اگر 62,63 پر صحیح معنوں میں عمل درآمد ہو تو پچھتر فیصد امیدوار نا اہل قرار پائیں گے۔حتیٰ کہ نگران حکمران بھی فارغ ہو جائیں گے۔دیکھتے ہیں کہ فخرو بھائی آئین پر عمل درآمد کراتے ہیں یا پھر وہی سابقہ آموختہ دہراتے ہیں۔

مذہبی سیاسی جماعتیں انتخابات میں کیا نتائج حاصل کرتی ہیں۔موجودہ صورتِ حال میں اس کا اندازہ وتجزیہ مشکل نہیں۔کوئی مشترکہ انتخابی پلیٹ فارم نہ ہونے کی وجہ سے ہر جماعت ''سیٹ ایڈجسٹمنٹ'' کی پالیسی پر عمل پیرا ہے۔تجزیہ نگاروں کا کہنا ہے کہ جمعیت علماء اسلام تو مسلم لیگ ن اور پیپلز پارٹی سے سیٹ ایڈجسٹمنٹ کر کے شاید کچھ نتیجہ حاصل کر لے گی مگر جماعتِ اسلامی اور تحریکِ انصاف کا انتخابی معانقہ کہیں ''ہم تو ڈوبے ہیں صنم، تم کو بھی لے ڈوبیں گے'' کا مصداق نہ بن جائے۔''متحدہ دینی محاذ'' کی صدائے بازگشت کہاں تک سُنی جائے گی، مذہبی سیاست میں صرف تنزل ہی ایک ایسی چیز ہے جو روز افزوں ہے۔

مذہبی سیاسی جماعتیں اگر کسی ایک انتخابی پلیٹ فارم پر اکٹھی نہیں ہوسکیں تو کم از کم آپس میں ہی سیٹ ایڈجسٹمنٹ کرلیں۔ بُرا ہو اِس جمہوری تماشے کا اور تماشا کرنے والوں کا جن کی صحبتِ بد نے یہ دن دکھلائے۔ بقولِ شورش:

پا لیا اس کا نتیجہ، مل گیا اس کا ثمر
ہم غلط لوگوں سے اکثر دوستی کرتے رہے
کانپ اٹھتا ہوں سیاسی نٹ کھٹوں کو دیکھ کر
کیسے کیسے لوگ اپنی رہبری کرتے رہے
سانحہ کہہ لیجیے لیکن ہمارے رہنما
نام پر جمہوریت کے رہزنی کرتے رہے

نگران حکومت شفاف اور منصفانہ انتخابات منعقد کرانے کا عزم رکھتی ہے۔ بظاہر اس کے امکانات بھی ہیں لیکن انتخابات کے انعقاد کے لیے ڈالروں میں وصول ہونے والی کثیر امریکی امداد کیا رنگ دکھائے گی، کیا گُل کھلائے گی اور کیا نتائج دکھلائے گی، اس حقیقت کا انکار بھی ممکن نہیں۔

کہا تو یہی جارہا ہے کہ انتخابات ہی ملکی مسائل کا حل ہیں، اللہ کرے ایسا ہی ہو لیکن مسائل حل ہوتے نظر نہیں آرہے بلکہ مستقبل میں مزید مشکلات کے امکانات واضح ہورہے ہیں۔

سابقہ حکومت نے قوم کو بددیانتی، لوٹ مار، بدامنی اور قتل و غارت گری کے سوا کچھ نہیں دیا۔ مہنگائی نے غریب آدمی کی کمر توڑ کے رکھ دی اور سرمایہ دار کو مزید لوٹ مار کے وسیع مواقع فراہم کیے۔ بجلی و گیس کی لوڈشیڈنگ نے غریبوں کے گھروں سے روشنی چھینی اور اُن کے چولہے ٹھنڈے کیے۔ لیکن اس کے باوجود یہ دور جمہوری بنیادوں پر ایک مثالی دور تھا۔ جمہوریت کی ترقی ہوئی، اداروں میں استحکام پیدا ہوا، جمہوری کلچر کی افزائش ہوئی، ''برداشت'' اور ''رواداری'' کو فروغ حاصل ہوا۔ جس کے نتیجے میں عوام کا من حیث المجموع اس نظامِ کفر پر اعتماد بڑھا۔

سوچنے کی بات یہ ہے کہ اس کفر سے وابستگی کے جرم میں ہمیں فطرت کی کتنی ہی تعزیریں بھگتنی پڑیں لیکن لیلائے جمہوریت کے مجنونوں کا عشق خام نہیں ہوا۔ دینِ خالص کے احیا کے لیے انقلابی جدوجہد کرنے والے کارکنوں کے لیے اس حد سے گزری ہوئی پستی کے دیکھنے میں بہت کچھ سامانِ عبرت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح سمجھ عطا فرمائے اور پاکستان کی حفاظت فرمائے۔ (آمین)